***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Components of Education: The Difference between Modern Education and the Islamic Perspective

تعلیم کے اجزائے ترکیبی: ماڈرن ایجوکیشن اور اسلامی نقطہ نظر کا فرق

Dr. Muhammad Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Riphah international University (Faisalabad Campus)
m.ahmad.pk1@gmail.com
Dr. Muhammad Yaseen Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Riphah international University (Sahiwal Campus)
muhammadyaseenges126@gmail.com
Dr. Mahmood Ahmad (Corresponding Author)
Assistant Professor Department of Islamic Studies
Government College University Faisalabad, Pakistan
mahmood.ahmad@gcuf.eud.pk

Abstract
In terms of the reality of knowledge, secular and Islamic countries are on opposite ends of the spectrum. There are numerous famous names that define modern education, but we cannot include them all. One of the most well-known among them is John Dewey, who has had a significant impact on education throughout the previous century. His work is significant for portraying education in a secular context. John Dewey is concerned with preserving secular values. He founded his educational theories on the pragmatist philosophy. There is no such thing as limiting experience in modern education, and all material and social sciences will grow on this foundation. This is a significant contrast between the modern school system and the education system based on Islamic thinking. Many additional things can be manifestations of this foundation.
This research paper provides a brief examination of the components of education, specifically the differences between modern education and the Islamic perspective. This page would serve as a doorway for researchers interested in studying the differences between Islamic and modern education systems.
Keywords: Education system, Islamic Education, Modern Education, John Dewey

سیکولر اور اسلامی معاشرے حقیقتِ علم کے بارے میں دو الگ الگ انتہا پر کھڑے ہیں۔ماڈرن ایجوکیشن کی توضیح کرنے والے کئی بڑے نام ہیں مگر ہم ہر چند تمام کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ان میں سے ایک نمایاں نام جان ڈیوی کا ہے جنہوں سے گزشتہ صدی سے تا حال ایجوکیشن پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ایجوکیشن کو سیکولر پیرائے میں پیش کرنے کے حوالے سے ان کا نمایاں کام ہے۔جان ڈیوی سیکولر معاشرے کی اقدار کے تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔انہوں نے اپنے نظریہ تعلیم کی بنیاد فلسفہ عملیت Pragmatism پر رکھی۔ان کے نزدیک تعلیم کی مندرجہ ذیل تعریفیں ہیں:

تعلیم تجربے کی تعمیر نو کا نام:

تعلیم تجربے کی اس تعمیر نو یا تنظیم نو کا نام ہے جس سے تجربے اور معانی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جس کے طفیل بعد میں پیش آنے والے تجربات کا رخ متعین کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔[1]

تعلیم ایک سماجی عمل:

"تعلیم ایک سماجی عمل ہے جس کے ذریعے ایک سماجی گروہ اپنے ناپختہ افراد کی اپنے مخصوص معاشرتی طریقے سے پرورش کرتا ہے۔"[2]

[3] "Education is the reorgnisation, reconstruction and re-orientation of experience."

فکر و عمل میں آزادی:

جان ڈیوی کہتے ہیں کہ طالب علم کو اپنی صلاحیت کے مطابق نشوونما پانے کے لیے پوری آزادی ملنی چاہیے اور اس کی فکر یا کردار کو کسی مخصوص سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔اس نظریہ کی وجہ سے یہ طریق تعلیم ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نہایت مقبول ہوا اور انہوں نے دوسرے یورپی ممالک میں بھی خاصی شہرت حاصل کی۔

بے عقیدہ تعلیم:

عقیدہ سے آزاد تعلیم کی روش قائم کرنے والوں میں جان ڈیوی بھی ہیں یوں سماجی اعتبار سے بے عقیدہ تعلیم کے نتائج مجموعی طور پر انسانیت کے لیے کوئی زیادہ اچھے نہیں نکلے اور خاص طور پر کسی بھی مذہبی ملک کے لیے کسی طرح بھی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔بے عقیدہ تعلیم کے سب سے بڑے داعی جان ڈیوی تھے۔اور ان کے ہاں تعلیم فرد کے اندر ان تمام صلاحیتوں کی نشوونما ہے جو فرد کو ماحول پر قدرت رکھنے اور اپنے عقائد کو پورا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

تعلیم وہ عمل ہے جو ہر لمحہ انسان میں کانٹ چھانٹ اور تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے۔" تعلیم ایسے تجربات کی تعمیر نو کا نام ہے جو فرد اور سماج دونوں کی ترقی اور بہتر کارکردگی کے ضامن ہوں۔" ان تعریفات سے ہم تعلیم کے متعلق اہم نکات کا کھوج لگا سکتے ہیں۔

(الف) جان ڈیوی کے نزدیک تعلیم بذات خود زندگی ہے زندگی گذارنے کا ذریعہ نہیں بلکہ زندگی اور تعلیم ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔[4]

(ب) تعلیم نشوونما (معیاری اضافہ) پہلی حالت سے دوسری حالت کا بہتر ہوتے چلے جانا۔مقصد کے قریب تر ہوتے جانا) کا نام ہے۔جبکہ مسلم روایت اصل شے تزکیہ نفس ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی [5] اس کے عملی حصول کے لئے تربیت ہی اور ذہنی اور شعوری پاکیزگی کے لئے تعلیم ہے۔

---

[1] Dewey , John ,*experience & education*,PP:67

[2] آرنٹ، روتھ اسپنس، ڈاکٹر، **جان ڈیوی کا فلسفہ تعلیم**، ص ۳۷

[3] John Dewey, *My Pedagogic Creed*, P.4

[4] جان ڈیوی، **جمہوریت اور تعلیم**، ص ۲۰

[5] **قرآن حکیم**، الاعلیٰ:14

(ج) تعلیم تجربے کی تعمیر نو یا تعظیم نو کا نام ہے۔ براہ راست تجربات سے حاصل ہونے والی تعلیم ہی دیرپا ہوتی ہے اور یہی علم طرز عمل کی اصلاح کا سبب بنتا ہے۔ مسلم روایت میں تجربہ کی بنیاد پر حاصل شدہ علم سے استفادہ کیا جائے گا مگر یہ کل ماخذ علم نہیں ہے۔
تعلیم کا عمل ساری زندگی تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے اور تجربات ہی علم میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ (د) تعلیم ایک سماجی (معاشرتی) عمل ہے۔[6]

انفرادی اختلافات:

اپنی شخصیت کے حوالہ سے ہر فرد دوسرے سے مختلف ہے۔ انفرادی اختلافات کو عمل تعلیم کے ذریعے سنوارا یا ختم کیا جاسکتا ہے۔

شخصی آزادی:

ماڈرن ایجوکیشن میں ہر فرد کو انفرادی اختلافات کی وجہ سے خود تجربات کرنے اور زندگی کی راہیں متعین کرنے کی شخصی آزادی دی جائے۔ ذاتی دلچسپیوں کا لحاظ کیا جائے اور کسی قسم کی پابندی نہ لگائی جائے۔ جبکہ مسلم روایت میں شخصی آزادی کی بجائے بندگی اور عبدیت الٰہی کے لئے تعلیم دی جائے گی۔

مقصد علم:

ماڈرن ایجوکیشن میں علم کا مقصد معرفت اشیا اور ادراک کی حقیقت، تھا تاکہ چھوٹی چھوٹی حقیقتوں کو جان کر حقیقت اعلیٰ خدا تک رسائی ہو اور عرفان ذاتِ الٰہی کے بعد کمال بندگی حاصل ہو سکے جو تکمیل احکام میں مددگار ہو جن پر دنیا کی اصلاح اور آخرت کی فلاح منحصر ہے وگرنہ کمال بندگی کے بغیر دنیا فساد، جھگڑوں اور ظلم کی نگری بن جائے گی۔ قرآن مجید نے خدا سے ناآشنا لوگوں کو ہی فساد برپا کرنے والے بتایا ہے
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَO"[7]
"یاد رکھو یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔"
جون ڈیوی کے نزدیک حصول تعلیم کا کوئی مقصد نہیں وہ کہتے ہیں کہ تعلیم خود ایک زندگی کا حصہ ہے تعلیم کو بطور ذریعہ کسی اور شے کو مقصد بنا کر حاصل نہیں کریں گے مقاصد تعلیم پر مفصل گفتگو اپنی کتاب جمہوریت اور تعلیم میں کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔ تعلیمی عمل خود زندگی کا حصہ ہے اور بچہ صرف درسگاہ سے نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی تجربات کی روشنی میں سیکھتا ہے۔ اگر طے شدہ مقاصد کے حصول کے لئے بچے کو لگا دیا جائے۔ تو وہ سیکھنے کا عمل باعث اور پابند ہو کر رہ جائے گا جو فرد کی آزادی کے منافی ہے۔ پہلے سے طے شدہ مقاصد تعلیم بچے کی تعلیمی کارکردگی کو متاثر کریں گے اور بچہ آزادانہ طور پر تجربات کی روشنی میں نہیں سیکھ سکے گا اور یوں وہ تجربات سے ادراک حقیقت کی روش پر نہیں آئے گا۔
اس وجہ سے تعلیم کے لئے مقاصد کا تعین نہیں کر سکتے لہذا جان ڈیوی یہ بیان اختیار کرتے ہیں کہ تعلیم از خود زندگی ہے یا زندگی کا حصہ ہے[8] جبکہ مسلم روایت کے تصوراتِ تعلیم کی بنیاد اسلامی تعلیمات یعنی قرآن و سنت میں ہیں، جو علم کے حصول اور اخلاقی کردار کی نشوونما پر زور دیتے ہیں۔

---

[6] گوہر، عبد الغفار، **تعلیمیات**، ص ۲۲۰
[7] **قرآن حکیم**، البقرہ:12
[8] جان ڈیوی، **جمہوریت اور تعلیم**، ص127

ماڈرن ایجوکیشن کے نظریاتِ تعلیم اور مسلم روایت کے تصورات تعلیم کے درمیان ایک اہم فرق انفرادیت بمقابلہ سماجی اصلاح کا کردار ہے۔ ڈیوی کا خیال تھا کہ تعلیم کو انفرادیت اور تنقیدی سوچ کی مہارت کو فروغ دینا چاہیے۔ انہوں نے دلیل دی کہ طلباء کو موجودہ عقائد اور نظریات سے سوال کرنے اور چیلنج کرنے کی ترغیب دی جانی چاہیے۔ دوسری طرف، مسلم روایت میں تعلیمی تصورات ایک مضبوط برادری اور دینی اقدار کی ترقی پر زور دیتے ہیں۔ اور اسی طرح اسلامی تعلیمات اتحاد اور تعاون کی اہمیت پر زور دیتی ہیں، اور تعلیم انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کو مضبوط کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔

تعلیم اخلاقی وروحانی ترقی کا ذریعہ:

ماڈرن ایجوکیشن میں اور جان ڈیوی کے خیال میں تعلیم بنیادی طور پر فکری ارتقاء اور مادی ترقی اور مہارتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ تعلیم کو غیر جانبدارانہ ہونا چاہیے اور طلبہ پر کوئی مخصوص اخلاقی یا مذہبی عقائد مسلط کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس، مسلم روایت کے تصوراتِ تعلیم اخلاقی کردار کی نشوونما اور تعلیمی عمل میں مذہبی تعلیمات کے شامل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیم ایمانداری، ہمدردی اور انصاف جیسی خوبیوں کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا مقصد طلباء کی اخلاقی اور روحانی نشوونما کو تشکیل دینا ہوتا ہے۔

اساتذہ کے کردار میں فرق:

ماڈرن ایجوکیشن میں اور مسلم روایت میں اساتذہ کے کردار اور ذمہ داریوں کا فرق یہ ہے کہ جان ڈیوی نے اساتذہ کو سہولت کار کے طور پر دیکھا جو طلباء کو ان کے سیکھنے کے سفر میں رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کا ماننا تھا کہ اساتذہ کو ایک جمہوری اور جامع کلاس روم کا ماحول بنانا چاہیے جہاں طلبہ سرگرمی سے اپنی تعلیم میں مصروف ہوں۔ اس کے برعکس، تعلیم کے بارے میں مسلم روایت یہ ہے کہ اساتذہ ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور انہیں اخلاقی اور مذہبی رہنما کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ طلباء تک علم اور تعلیمات کی ترسیل کے ذمہ دار ہیں اور ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم کا مرکز استاد ہے۔

ان اختلافات کے باوجود، ڈیوی کے نظریاتِ تعلیم اور مسلم روایت کے تصورات تعلیم میں کچھ مماثلتیں بھی ہیں۔ دونوں فعال طریقہ سے سیکھنے کی اہمیت اور عملی اطلاق کرنے پر زور دیتے ہیں۔ دونوں تعلیم میں سماجی اور ثقافتی تناظر کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جان ڈیوی نے انفرادی سیکھنے والوں کے تجربات پر زور دیا، جب کہ مسلم روایت میں تعلیمی تصورات ثقافتی اور سماجی سیاق وسباق کو سمجھنے اور ان کے ساتھ منسلک ہونے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں

اصلی ماخذ علم تجربہ

ماڈرن ایجوکیشن میں اصلی ماخذ علم تجربہ ہے یعنی صرف تجربے سے ہی کسی چیز کی حقیقت کے بارے میں جانا جاسکتا ہے۔ سکول میں بچے کو کو ایک قدرتی وطبعی ماحول دیا جائے گا جس میں وہ عملاً بار بار مشق کرنے کے نتیجے میں سیکھ جائے گا اور پھر اس کے یہی سیکھے ہوئے رویے یہی یعنی تربیت بہت سارے معاشرے کی اصلاح اور فلاح کے لیے معاون ثابت ہوں گے۔

تعلیم کے اجزاء ترکیبی:

ماڈرن ایجوکیشن میں تعلیم کے دو جز ہیں تعلیم اور تربیت الغرض تربیت کو بھی اگر وضاحت سے دیکھا جائے تو تربیت سے مراد بھی عملی مشق ہے۔ جیسے کہ ایک بندر کسی کام کو دس دفعہ کرنے سے اس عمل کو بار بار دہرانا سے سیکھ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے بچے کو محض تصوراتی گفتگو کرنے کے بجائے آئے اس کو عملا اس چیز سے گزارا جائے اور بار بار گزرنے کے نتیجے میں وہ رویوں کو صحیح طرح سیکھ جائے گا۔

جبکہ اسلامی روایت میں تعلیمی عمل کو تین اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تعلیم، تربیت، تزکیہ نفس

ارشاد باری تعالی ہے

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍO"[9]

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود اُنہی میں سے اٹھایا، جو اُنہیں اُس کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے، اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اِس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم تین کاموں کو پیش نظر رکھتے تھے۔

تعلیم، تربیت اور تزکیہ جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی ظاہر ہے اس آیت مبارکہ میں تزکیہ کا لفظ پہلے ہیں اور بعض آیات میں بعد میں ہے بہر صورت تزکیہ ہی اصل مطلوب و مقصود ہے۔

لیکن یہ تزکیہ جس طرح نفوس انسانی میں ہو اسی طرح عمل اور شعور میں بھی ہونا چاہیے۔

عمل میں تزکیہ کی صورت جناب رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس لئے مفسرین کے حال حکمت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ ارشادات و فرامین اور عملی طریقہ کار کو لیا ہے جس کو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا یعنی سنت۔ ہم بھی تربیت سے مراد عادات و اطوار کا درست اور صحیح ہونا مراد لیتے ہیں اور اسی طرح شعور انسانی، اور عقل بھی خدائے وحدہ ولاشریک کی معترف ہوں اس کے لئے صحیح تناظر کے ساتھ تعلیم ضروری ہے

یعنی یوں کی سکتے ہیں تعلیم عقل کی پختگی کے لئے ہوگی اور تربیت عمل کی درستگی کے لیے ہوگی اور تزکیہ افکار و خیالات کی درستگی کے لیے بالفاظ دیگر تزکیہ نفوس کے ساتھ، تزکیہ شعور اور تزکیہ عمل و عادات کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر رکھ کر امت کی اصلاح فرماتے۔ انہی چیزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔

عقل کی پختگی کے لئے ــــــــــ تعلیم ــــــــــ، وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

عمل کی درستگی کے لیے ــــــــــ تربیت ــــــــــ وَالْحِكْمَةَ

مثبت افکار و خیالات و نفوس کی پاکیزگی کے لیے ــــ اور تزکیہ ــــــــ وَیُزَكِّیْهِمْ

سکول اور درسگاہ کا کردار:

ماحول تعلیم میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ بچوں کے لئے کتابوں اور تحریروں سے سیکھنا ایک غیر فطرتی طریقہ ہے۔ سیکھنے کا فطری طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول سے اور دوسرے انسانوں کے رویوں سے جلد متاثر ہوتا ہے انسان عملی کردار (عملی مشق) سے کتابوں کی بنسبت جلدی سیکھ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سیکھنے کا قدرتی طریقہ ہے۔ لہذا سکول اور درسگاہ کا ماحول بچے کی تعلیمی نشو نما کے لیے اہم کردار ادا کرتا ہے لہذا درسگاہ اور سکول کی حقیقت کیا ہے اس حوالے سے ماڈرن ایجوکیشن کے بڑے حامی، بلکہ بانی جان ڈیوی لکھتے ہیں کہ سکول ایک سماجی ادارہ ہے اسی طرح تعلیم کا مقصد ایک اچھا شہری بنانا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اچھا شہری کون ہوتا ہے اچھا ہے برا کیا ہے اس کے بارے میں کون کرے گا۔ اس بارے میں جان ڈیوی کا موقع یہ ہے۔ اس بات کا تعین سوسائٹی کرے گی۔ جن چیزوں کو سوسائٹی میں اچھا سمجھا جاتا ہے وہ اچھی ہیں اور جن کو سوسائٹی میں اچھا نہیں خیال کیا تو اچھی نہیں ہے لہذا ہم تعلیم کے حوالے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم وہ چیز ہے جو معاشرے کو سوسائٹی کو اس کے مناسب فرد تیار کر کے دے۔

[9] قرآن حکیم، الجمعہ: ۲

جان ڈیوی کے نزدیک اسکول اور درسگاہ کا ماحول ایسا ہونا چاہیے کہ جس میں بچہ ہی اصل ہے لہٰذا استاد اپنے خیالات اور تصورات کو بچے پر پیش نہیں کرے گا۔ بلکہ بچہ آزادانہ فکر اور ترجیحات کا مالک ہے بچہ خود تجربے سے سیکھے ہاں اس کے ناپختہ تجربے کے نتائج بھی ناپختہ ہی ہوں گے۔ اس لئے استاد مثال کے ساتھ وضاحت کرے گا تاکہ بچہ سیکھے تو تجربے سے ہی لیکن نہ پختہ تجربات کی بجائے مثبت پختہ تجربات و نتائج کی طرف لایا جاسکے،

چونکہ سول کلچر اور سول سوسائٹی کی بنیاد آزادی اور باہمی رواداری پر ہوتی ہے اس لیے بچے کو شروع سے ہی فکری آزادی اور باہمی رواداری طبیعت کا حصہ بنانے کے لیے تجربے اور learn by doing کے طریقے سے درسگاہوں میں تدریسی عمل کو جاری رکھیں گے جبکہ اس کے مقابلے میں مسلم روایت کا حتمی نظریہ ہے کہ حقیقت مطلق ایک طے شدہ امر ہے جو تبدیل نہیں ہوتی اور فرد اور اور معاشرے کو اسی کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے۔

لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچے کے رجحانات کو بنیاد بنا کر تعلیم دی جائے۔ بچہ اور اس کے رجحانات ہی اصل نہیں ہیں اور ایسا بھی نہیں کہ استاد اپنی طرف سے کوئی خیال ان پر پیش نہیں کرے گا۔ بلکہ مسلم روایت میں ہمیشہ سے استاد کی اہمیت کتاب اور بچے سے زیادہ رہی ہے۔ استاد صرف صرف علم کے بارے میں ہی گائیڈ نہیں کرے گا بلکہ شخصیت سازی کا بھی کام کرے گا، ایک فرد کی شخصیت کو کس سانچے میں ڈھالنا ہوتا ہے اس لئے کہ حقیقت مطلقہ کی طے شدہ خاص صورت موجود ہے جس کی وضاحت قرآن و سنت میں بیان کر دی گئی، لہذا تعلیم میں کمالِ عبدیّت کا حصول مطمح نظر ہو گا اور احکام کی تکمیل کی جدوجہد اور جستجو کرنے والا افراد کی تیاری کروائی جائے گی اور تعلیم کے ذریعے ایسی کمال اہلیت کے حصول کی کوشش کی جائے گی جو مکمل معاشرے کو عبدیت الٰہی میں ڈھال دیں۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ یہ اسلامی روایت میں اچھا اور برا پہلے سے طے شدہ امر ہے جس میں انسانی شخصیت کو خیر اور شر کے متعین کرنے میں کوئی اختیار نہیں اسلام عبدیت الٰہی کا درس دیتا ہے اور اس میں ایسی آزاد فکری کا تصور نہین ہے کہ انسان سے طے کروایا جائے۔ اچھا کیا ہے؟ اور کیا برا ہے؟۔ بلکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًاO "[10]

"نہیں، (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔"

جان ڈیوی کے نزدیک سکول اور درسگاہ میں ایسا ماحول فراہم کیا جانا چاہیے جو سوسائٹی کا عملی عکاس ہو، کیوں کہ ان کے نزدیک تعلیم محض ایک سماجی معاملہ ہے[11] اور سماج کو اس کے راست تناسب فرد دینا ہی تعلیم کا مطمح نظر ہے جو جمہوری معاشرے کا قیام کر سکیں جبکہ مسلم روایت میں تعلیم ایک عبادت ہے۔ اور درسگاہ کا ماحول بھی ایسا بنائی جائے گی کی عبدیت الٰہی کے تصورات اور عبدیت الٰہی کا مزاج بچے کی طبیعت بن گئے۔ اور معاشرے میں نکل کر ایک نفع مند اور بااخلاق انسان بنے۔ اور جو اسلامی معاشرے کے دفاع اور نفاذ کے علاوہ اس کی بقا کے لئے لیے اہم سرگرمیوں میں حصہ لے سکے تاکہ اسلامی معاشرے کا قیام کر سکیں۔

اسلامی نظام تعلیم کے حوالے سے یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اسلام جس طرح دیگر نظام ہائے زندگی کے حوالے سے کلیدی اصول، اہم امور اور مطلوبہ اہداف طے کر دیتا ہے پھر ان کی روشنی میں علاقے، ماحول، افراد کے مزاج کو مدِ نظر رکھ کر نظام تشکیل دینا ہوتا

---

[10] قرآن حکیم، النساء:65

[11] Dewey ,John ،*the school and society*، pp:137

ہے بالکل اسی طرح نظام تعلیم میں بھی کلیدی اصول، اہداف اور مطلوبہ نتائج اور دیگر اہم امور کی طرف توجہ دلا دی گئی ہے مگر اسلام ایک خاص لگا بندہ تعلیمی نظام پیش ہر گز نہیں کرتا کیونکہ اسلام ایک علاقائی یا خطائی مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمگیر دین ہے اس کی عالمگیریت کا تقاضا ہے کہ کسی خاص طے شدہ مرتبہ و متعین نظام کا پابند نہ کرے کیوں کہ دنیا میں مختلف النسل، مختلف المزاج، مختلف حوادث والے افراد موجود ہیں جو رنگ، نسل، جسمانی صلاحیتوں اور خطے کے موسمی حالات اور رواج و اقدار میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسلام اپنے عالمگیر ہونے کی وجہ سے کسی بھی نظام زندگی کے کلیدی اصول اہم امور اور مطلوبہ نتائج کو تو متعین کرتا ہے۔ اور انہی اصولوں کو مد نظر رکھ کر جو بھی نظام یا طریقہ کار طے کر لیا جائے وہ نظام اسلامی ہی کہلائیں گے خواہ وہ طریقہ کار اور ظاہری نظم و نسق باہم مختلف ہی کیوں نہ ہو اس کا ایک نقشہ یہ ہے۔

اسلامی نظام تعلیم اور دیگر نظام ہائے تعلیم میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد ایمانیات پر ہے اور اقدار انہی ایمانیات سے جنم لیتی ہیں جیسا کہ نقشہ سے دیکھا جا سکتا ہے جبکہ دیگر تمام نظام ہائے تعلیم کی بنیاد محض اقدار پر ہوتی ہے اور اقدار کو متعین کرنے کا ان کے پاس کوئی طے شدہ نظام نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ہر تعلیمی مفکر دوسرے تعلیمی مفکریں سے الگ رائے قائم کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کی حقیقت اس نقشہ سے ظاہر ہے۔

Belief system اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد ایمانیات پر ہے اسی کی وجہ سے اطاعت شعاری آتی ہے اور ایک فرد اپنے فرائض کو ذمہ داری سے ادا کرنے کے لئے آمادہ ہوتا ہے،

Servitude نماز، روزہ، زکوۃ والا عمل یہ انفرادی اصلاح اور انفرادی فرائض کی ادائیگی ایسی صفات کی طرف انسان کو لے جاتی ہے جن صفات کا تعلق بندے کی اپنی ذات کے ساتھ ہوتا ہے

Core Value، یہی ایسی صفات حسنہ جس کا زیادہ تعلق انسان کی اپنی ذات کے ساتھ ہے مثلاً عجز، استقامت، حیا اور شکر وغیرہ

Ethical Role & Responsibilities بندہ مومن کے لئے ایسی صفات حسنہ پیدا کرنا بھی ضروری ہے۔ یہی اس کی اخلاقی طاقت ہے جس پر قائم رہنے کے لئے جرت مند، ذمہ داری اور ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے صرف اپنی ہی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ معاشرے کی بھی اصلاح ہوتی ہے مثلاً امانت، عدل، ایفائے عہد جیسے کی نقشے سے ظاہر ہے

عہد نبوی ﷺ میں عرب کا معاشرہ کئی طرح کی زبون حالی کا شکار تھا جناب رحمت عالم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے صحابہ رضی اللہ عنھم میں درج بالا صفات پیدا کیں وہ دنیا اور آخرت کے کامیاب افراد قرار پائے۔ اور مسلم روایت بھی اسی انداز تعلیم اور منہج تدریس کو اپنے لئے منارہ نور خیال کرتی ہے۔

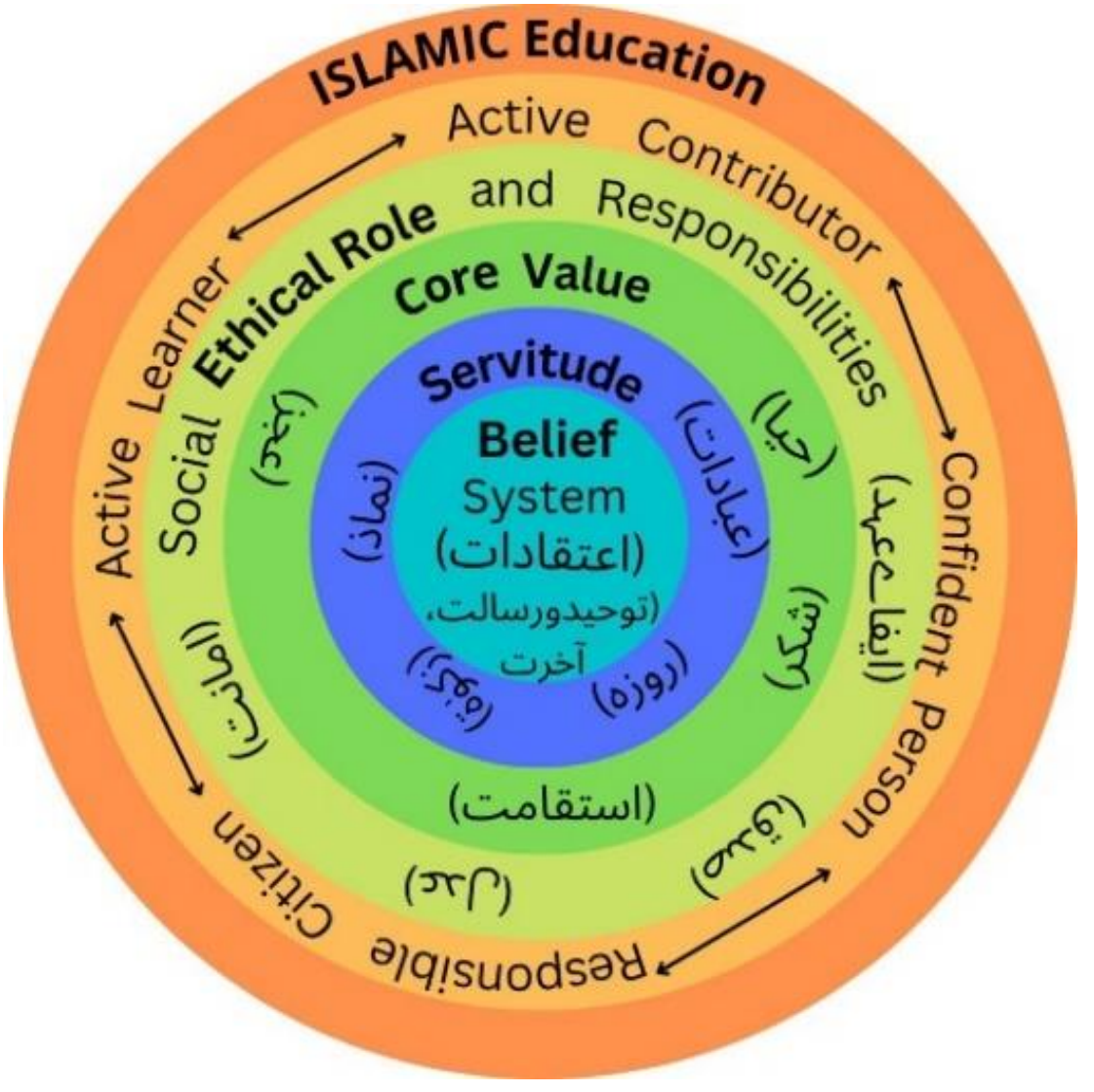

نظام تعلیم دراصل انتظامی ڈھانچے کی معاشرتی تشکیل کو ہم مضبوطی فراہم کرتا ہے بلکہ تعلیمی نظام اس میں کا اہم کردار ادا کرتا ہے اس سے یہ بھی واضح سمجھا جا سکتا ہے کہ معاشرتی ڈانچے اور نظام تعلیم کا ہم اہنگ ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر نظام تعلیم کی ترجیحات اور ہوں اور عملی معاشرتی ڈھانچہ کی ترجیحات اور ہوں اس سے معاشرے میں بے چینی اور بغاوت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اسلامی نظام کے نفاذ اور بقا کے لیے اسلامی نظام تعلیم کا ہونا از حد ضروری ہے۔ نشاہ ثانیہ کے بعد ماڈرن ازم کے زمانے[12] سے اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا کہ علاقوں کے معاشرتی ڈھانچے ہی نہ صرف تبدیل کیے جائیں بلکہ نظام تعلیم بھی اس کے ہم اہنگ دیا جائے۔

لہذا اسلام پسندوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسا نظام تعلیم جس کی اساس وحی الہی سے مشتق ہو اس کے لیے راہ ہم بات کریں اور اس کو رائج کریں۔

12 17 صدی عیسوی کے بعد کا زمانہ

ماڈرن ایجوکیشن ماڈرن معاشروں کے بالکل ہم اہنگ ہے۔ مکمل اسلامی نظام تعلیم ایسی معاشروں میں زیادہ دیر چل نہیں پائے گا۔چونکہ معاشرتی ڈھانچہ اس کو تقویت نہیں دیتا۔دو بنیادی فرق ملحوظ خاطر ہونے چاہیے

ماڈرن اور سول معاشروں میں بنیادی اور سب سے اہم اور قیمتی چیز سرمایہکو سمجھا جاتا ہے یہی چیز ایسے معاشرے کے روزمرہ معاملات کو چلانے کے لیے پٹرول کا کام کرتی ہے۔لہذا ان کا تمام تعلیمی نظام اسی شے (سرمایہ) کے گرد گردش کرت گا اور اسی کے حصول کے لیے مکمل نظام عمل میں لایا جائے گا۔

جبکہ اسلامی معاشروں میں سب سے اہم شے،اللہ اور بندے کا مضبوط تعلق ہونا ہے یعنی تقوی ہے

اور اسی بنیاد پر معاشرتی تعلقات کو نبھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کوئی ایسا کام اور عمل جس سے اللہ اور بندے کا تعلق کمزور ہو اسلامی معاشرے میں اس کا سدباب کیا جاتا ہے۔

الغرض مسلم معاشرے کو چلانے کے لیے پیٹرول کی حیثیت سے جو چیز کام کرے گی وہ بھی تقوی اور للّٰہیت ہی ہوتی ہے۔اسلامی نظام تعلیم میں بھی اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے گا کہ تعلیمی نظام کا ایسا ڈھانچہ جس میں اساسی حیثیت تقویٰ اور تعلق الٰہی کو مضبوط کرنا نہ ہو بلکہ اساسی حیثیت سرمایہ دارانہ ذہنیت کی ہو۔وہ اسلامی نہیں ہو سکتا گو کہ ایسے نظام میں ہزاروں سنت کی تعلیم ہو اور بہت سارے اسلامی مضامین شامل ہوں۔اس کے باوجود بھی وہ نظام تعلیم اسلامی نہیں ہو گا اور نہ ہی اسلامی نظام حیات کو تقویت دے گا۔لہذا اسلامی نظام میں تعلیم کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ کمرشل نہ ہو۔ اس لیے کہ مسلم روایت میں ہمیشہ حصول علم کا درجہ عبادت کا رہا ہے اور عبادت کمرشل نہیں ہوتی۔

چونکہ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے اس لئے سماجی معاملات میں اسلام کا مزاج ہے کہ اصول واضح کر دیے جاتے ہیں اور ان اصولوں پر رہتے ہوئے ہر علاقہ کے لوگ اور ہر قوم اپنے مزاج اور ماحول کے مطابق اپنا نظام وضع کر سکتی ہے۔ آج ہمیں جس مغربی فکر کا سامنا ہے اس میں بنیادی حیثیت سرمایہ دارانہ ذہنیت کو حاصل ہے۔اسلام اس ذہنیت کو قبول نہیں کرتا اور پروان نہیں چڑھنے دیتا۔

اسلامی نظام تعلیم کا ایک نقشہ بطور ایک طالب علم کی پیش کیا جاتا ہے عین ممکن ہے کہ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے بہتر نقشے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ہر مسجد بطور مکتب بھی کام کرے۔اور بچے کی ابتدائی تعلیم اسی مسجد کے مکتب میں ہو۔اس عمر میں بچوں کا مشاہدہ مضبوط ہوتا ہے۔وہ الفاظ کے ساتھ ساتھ مسلم کلچر، مسجد کا ماحول۔اسلام کا مزاج بھی یہاں سے سیکھے گا۔

اور ابتدائی تعلیم تک یعنی لکھا ہوا پڑھ سکے اور جو بولا رہا ہے اسے لکھ سکے۔جمع، تفریق, تقسیم اور ضرب کے سوالات کی حد تک ریاضی اور مقامی زبان میں یہ مکتب تعلیم دے۔جس طرح ملک میں مساجد کے انتظام کو لوگ اپنی مدد آپ کے تحت چلا رہے ہیں۔ان مکاتب میں بھی مسجد کی عمارت استعمال ہو گی اور بغیر کسی اضافے خرچے کے تعلیمی نظم چل پڑے گا۔ابتدائی تعلیم کے بعد ثانوی تعلیم کے لیے۔چھوٹے مدارس ہوں گے۔جن میں معاشی استحکام کے لیے مختلف پیشوں کی تعلیم۔اور تحفظ دین کے لیے قران، سنت کی تعلیم کے ساتھ کچھ اختیاری مضامین ہوں جس میں بچے کی دلچسپی ہو۔اور اعلی تعلیم کے لئے معاون ہوں

اعلی تعلیم کے لیے جامعات ہوں گے ان کا بنیادی مقصد پالیسی ساز لوگ تیار کرنا ہے اس مقصد کے لیے وہ مزید تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو ان کے دلچسپی رکھنے والے مضامین میں اعلی تحقیقی کام کروائیں گے۔ ملکی عدالتیں، نظام احتساب، امام و مدرسین، اور دیگر امور سلطنت کو دیکھنے والے افراد یہاں کے فاضلین ہوں گے۔

جان ڈیوی کے نزدیک انسان تجربہ کی بنیاد پر جو معلومات حاصل کرے گا۔ صرف اس کو ہی علم سمجھا جاتا ہے۔ ہم اگر یوں کہیں تو غلط نہ ہو گا کہ جون ڈیوی کے نزدیک علم کا ماخذ محض شعور انسانی، عقل اور تجربہ ہے۔ جان ڈیوی روایتی معاشروں کی طرح الہامیات یا دیگر وہ معلومات جن پر تجربہ نہیں کیا جاسکتا اس کو علم تسلیم نہیں کرتے۔

جبکہ اسلامی فلسفہ تعلیم میں ماخذ علم عقل اور تجربہ کے علاوہ وحی الہی بھی ہے بلکہ کسی چیز کے حقیقی ہونے کی تصدیق کا اولین ماخذ وحی الہی ہے۔ لہذا مروجہ مادی و شرعی علوم میں سے ایک دائرہ کار کا تعین کیا گیا ہے۔ جس کی بنیاد پر ہم واضح طریقہ سے جان سکتے ہیں کہ کن علوم کو عقل اور تجربے کی بنیاد پر حاصل کیا جاسکتا ہے اور کن علوم کو صرف اور صرف وحی الہی سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شریعت اسلامی نے تجربہ اور شعور انسانی کو بھی ماخذ علم تسلیم کیا ہے۔ اس کے لئے اثبات کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر کھجور کے باغ کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ ایک کھجور کا (گابا) پھل کا بورا لے کر دوسرے پر ڈال رہے تھے آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیا تو اہل مدینہ نے یہ کام ترک کر دیا پھر اس سال پھل کم لگے تو آپ ﷺ نے وجہ دریافت کی تو اصحاب نبی ﷺ نے سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے ان کے گزشتہ تجربات کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا دنیاوی امور میں تم اپنے سابقہ تجربات پر عمل کر سکتے ہو لہذا جنہوں نے کسی خاص فن میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہوتے ہیں ان ماہرین فن کے اخذ کردہ نتائج کو من و عن تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں کیوں کہ انسان کے خود کے اخذ کردہ نتائج یا کسی اور کے تجربات سے حاصل شدہ نتائج سے استفادہ کی اجازت خود نبی ﷺ سے عطاء فرمائی ہے۔ ان حاصل شدہ نتائج میں کسی ترمیم واضافہ کی گنجائش نہیں ہوتی مثال کے طور پر نیوٹن کے قوانین حرکت کو ہی لے لیجئے۔ کوئی بھی غور و فکر کرنے والا شخص ان اصولوں کو سمجھ تو سکتا ہے لیکن انہیں دوبارہ ایجاد نہیں کر سکتا کیوں کہ یہ اصول اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں۔[13] مادی اور فنی علوم میں اسی طریقہ کار پر عمل کیا جائے گا مادی علوم میں حواس خمسہ، اور عقل کو بھی ماخذ علم کے طور پر قبول کیا جائے گا۔

ماخذ علم کی تحدید و دائرہ کار:

انسان کا کسی شے کے بارے میں شعور حاصل کرنے اور اس شے کی حقیقت تک پہنچنے میں تجربہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لہذا تجربہ اور مشاہد کی بنیاد پر کسی معلومات کے معتبر ہونے ہو یا غیر معتبر ہونے کے بارے میں شریعت کی کیا راہنمائی موجود ہے؟ ذیل میں اس بات پر بحث کی جارہی ہے:

حواس خمسہ، تجربہ اور مشاہدہ سے کسی شے کی حقیقت کے بارے میں جاننے کو یا اس شے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کو شریعت نے معتبر ماخذ قرار دیا ہے۔ لیکن کسی شے کے معتبر ہونے کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کا دائرہ اختیار لامتناہی ہے۔ اور اس کیلئے کوئی ضابطگی یا پابندی نہیں ہو گی ہے۔ قرآن مجید نے بار بار انسانوں کو تدبر کرنے کی دعوت دی ہے کیونکہ انسانی شعور کی بنیاد پر حاصل کئے گئے نتائج کا دوسرا نام سائنٹفک میتھڈ رکھا جاتا ہے۔ انسانی ذہن کی کاوشوں سے حاصل کی جانے والی معلومات کو سائنس اور اس طریقہ کار کو سائنٹفک میتھڈ کہا جاتا ہے۔ شریعت اسلامی حصول علم کیلئے سائنٹفک میتھڈ کو ایک معتبر ذریعہ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کا دائرہ کار متعین ہے جیسے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

"مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ فَرَأَى قَوْمًا يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟، قَالُوا: يَأْخُذُونَ مِنَ الذَّكَرِ فَيَجْعَلُونَهُ فِي الْأُنْثَى، قَالَ: مَا أَظُنُّ ذَلِكَ يُغْنِي شَيْئًا فَبَلَغَهُمْ، فَتَرَكُوهُ فَنَزَلُوا عَنْهَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

13 کشور اقبال، **فلسفہ تعلیم**، ص ۳۳

فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ الظَّنُّ، إِنْ كَانَ يُغْنِي شَيْئًا فَاصْنَعُوهُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَإِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ وَلَكِنْ مَا قُلْتُ لَكُمْ: قَالَ اللَّهُ: فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ"[14]

"واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ آپ ﷺ کھجور کے باغ کے پاس سے گزرے، تو دیکھا کہ کچھ لوگ نر کھجور کا گابھا لے کت مادہ میں ڈالتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ اس سے فائدہ ہو گا۔ یہ خبر جب صحابہ کو پہنچی تو انہوں نے ایسا کرنا چھو دیا۔ لیکن اس عمل کے ترک کرنے سے ان کے پھل کم آئے۔ یہ بات جب نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا اندازہ تھا اگر اس میں فائدہ ہے تو ایسے کرو میں بھی تم جیسا ایک آدمی ہوں گمان کبھی غلط ہوتا ہے اور کبھی صحیح لیکن جو میں تم سے کہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (وہ غلط نہیں ہو سکتا) کیونکہ میں اللہ پر ہر گز جھوٹ نہیں بولوں گا۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں۔

صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جس سے قدرے وضاحت ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ" [15]

"تم دنیاوی معاملات میں زیادہ بہتر جانتے ہو۔"

صحابہ کا ایک تجرباتی عمل تھا جس کے نتائج کا بارہا مشاہدہ کر چکے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی دانست اور شعور کو سند عطاء کی کہ دنیا امور میں کسی تجربے یا مشاہدے کی بنیاد پر تم منفعت حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

" إن كانَ شيئًا من أمرِ دُنْياكم فشأنُكُم بهِ وإن كانَ من أمرِ دينِكُم فإليَّ " [16]

غور طلب بات یہ ہے کہ امور دنیاء سے کیا مراد ہے۔ تاکہ کلی ضابطے کے طور پر اصول بیان کیا جا سکے۔ ہمارے سماجی، معاشرتی، سیاسی معاملات جن کو عرف میں یا ظاہری اعتبار سے دنیاوی امور کہہ دیا جاتا ہے۔

اس طرح کے تمام امور کے دو پہلو ہوتے ہیں:

ایک اخلاقی

دوسرا انتظامی

اخلاقی پہلو جیسا کہ حصول معاش میں ضابطہ اخلاقی کیا ہو گا؟ فرائض و احکام کیا ہوں گے؟ معاشرتی زندگی میں اخلاقی قدریں کیا ہوں گی؟ کس کے حقوق کیا ہیں؟ یہ ساری وہ باتیں ہیں جن کی شریعت اسلامی نے بطورِ دین کہ کر ہی تعلیم دی ہے۔ ان امور میں حَکَم (فیصلہ کن تھارٹی) خدا اور اس کے رسول ہی ہو گا ان کے علاوہ کسی اور کو حکم بنانے پر قرآن نے وعید نازل کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَO" [17]

"اور جو لوگ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ پورے اور پختہ کافر ہیں۔"

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَO" [18]

"لوگ اللہ تعالی کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔"

---

[14] ابن ماجه ، محمد بن يزيد ، **السنن** ، كتاب الرهون، بَابُ : تَلْقِيحِ النَّخْلِ، حديث نمبر: 2470

[15] القشيرى، ابو الحسين ، مسلم بن حجاج ،**الجامع الصحيح**_، كتاب الفضائل، باب وُجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرْعًا دُونَ مَا ذَكَرَهُ صلى الله عليه وسلم مِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا، حديث نمبر : 2363

[16] ابن ماجه ، محمد بن يزيد، **السنن** ، حديث نمبر :2019

[17] **قرآن حکیم**، المائدہ:۴۴

[18] ایضاً: ۴۵

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ "O[19]

"اور جو اللہ تعالی کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ بدکار فاسق ہیں۔"

ان آیات سے ظاہر ہے کہ ہمارے معاشرتی اور سماجی معاملات ہماری شریعت اور دین ہی کا حصہ ہیں لہٰذا ان امور کے متعلق اخلاقیات، بنیادی احکام و مسائل اور حقوق کا تعین شریعت اسلامی ہی کرے گی۔ ان علوم کا یہ حصہ وحی الٰہی سے سیکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

دوسرا پہلو انتظامی نوعیت کا ہے۔ حصول معاش کیلئے کون سی فصل کس موسم میں اگاتی بہتر ہے یا اناج کو محفوظ کرنے کا کون سا طریقہ بہتر ہے۔ تمام اجتماعی، معاشرتی، معاشی و سیاسی امور میں انتظامی نوعیت کے حصہ میں شعور انسانی سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ لہٰذا مادی علوم تمام کے تمام اور معاشرتی و سماجی علوم کا انتظامی حصہ تجربہ و عقل کی بنیاد پر حل کیا جائے گا اسی بنیاد پر مزید آگے پڑھیں گے ان علوم کے ذریعے انسانیت کے ایمان، مال، جان، عزت، اور نسل کے تحفظ کا مناسب انتظام کریں گے۔ عصر حاضر میں مادی اور حسی علوم کو بیسک سائنسز سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سماجی اور معاشرتی علوم کو سوشل سائنسیز یا ہیومنٹیز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درج ذیل ظاہر کئے گئے نقشے سے علوم کی تقسیم بلحاظ معتبر ذریعہ علم کی شناخت کروائی گئی ہے۔

[19] ایضاً: ۴۷

عصر حاضر میں مروجہ علوم				
بیسک سائنسز		سوشل سائنسز		
فزکس	تمام امور کو حواس، عقل اور تجربہ کی بنیاد پر حل کیا جائے گا۔صرف حصول علم کا تناظر قرآنی ہدایت کے مطابق کرنا ضروری ہو گا۔یعنی الذی خلق کے تناظر میں حقائق الاشیاء کوواضح کیا جانا ضروری ہے۔	معاشیات	ان مضامین کے دو حصے ہیں انتظامی امور کو عقل اور تجربہ کی بنیاد پر حل کیا جائے گا۔	اخلاقی امور اخلاقی معاملات کووحی کی بنیاد پر حل کیا جائے گا۔
جغرافیہ		سیاسیات		
کیمسٹری		قانون		
بیالوجی		زبان وادب		
ریاضی		تاریخ		
کمپیوٹر		صحافت		
		Human behaver انسانی رویے		

خلاصہ بحث

جدید نظام تعلیم میں بھی تجربہ اور شعور انسانی معتبر ماخذ علم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے معتبر قرار دینے اور مسلم روایت کے معتبر قرار دینے میں حقیقتاً بہت فرق ہے۔ جدید نظام تعلیم میں انتہائی قابل قدر فلسفی جان ڈیوی حصول علم میں تجربہ و شعور انسانی کیلئے کسی بھی قسم کی تحدید کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ جملہ علوم بیسک سائنسز ہوں یا کہ سوشل سائنسیز یا ہیومنٹیز ہوں ان کو تجربہ اور شعور انسانی کی مدد سے ہی حاصل کرنے کے قائل ہیں۔ جان ڈیوی کے نزدیک مستند معلومات صرف ان کو خیال کیا جاتا ہے جو انسانی ذہن کی کاوشوں کے نتیجے میں حاصل ہوں, دیگر وہ معلومات جو انسانی ذہن کی کاوشوں کے نتیجے میں انسان نے حاصل نہ کی ہوں بلکہ انسان نے اسے کسی خارجی ذریعے علم سے ان کو حاصل کیا ہو تو اس کو سائنٹفک میتھڈ کے منافی اور عقل اور شعور کے خلاف گردانا جاتا ہے۔ علم صرف اس کو تسلیم کیا جاتا ہے جو تجربات سے حاصل ہو۔ یا علم وہ ہے جس پر تجربہ کیا جاسکتا ہو۔

حالانکہ کل حقیقت جس میں انسان زندگی گزار رہا ہے وہ کئی ساری اکائیوں سے مل کر بنی ہے۔ ان پر تجربہ ممکن ہی نہیں۔ یہ کام انسانی عقل اور تجربہ کی حدود میں آ ہی نہیں سکتا۔ اخلاقی معاملات میں حقیقت اور صحیح ادراک حاصل کرنے کی بنیاد شریعت نے الہامی تعلیم پر رکھی ہے۔ جس طرح یہ بات شرعاً درست ہے۔ عقلاً بھی صرف یہی درست ہے۔

ماڈرن ایجوکیشن میں تجربہ کی تحدید کا تصور نہیں ہے بلکہ تمام مادی و سماجی علوم کو اسی بنیاد پر آگے بڑھایا جائے گا۔ جدید نظام تعلیم اور فکرِ اسلامی سے ماخوذ نظام تعلیم کا یہ ایک بنیادی فرق ہے۔ باقی بہت سی چیزیں اس بنیاد کے مظاہر ہو سکتی ہیں۔ عرصہ دراز سے علمائے امت کی کوشش رہی ہے کہ دینی اور عصری علوم کو یکجا کیا جائے اس کے لیے کئی عملی اقدامات بھی کیے گئے مگر اس کے نتائج زیادہ مسرت کن نہ نکل سکے اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کی درسگاہیں اس وقت تک اسلامی معاشرے کی راہ ہموار نہ کر سکیں گی اور نہ ہی امت مسلمہ کو ذہنی اور فکری غلامی سے آزاد کروا سکتی ہیں جب تک تعلیم کی بنیادوں کو درست نہ کیا جائے گا کیوں کہ بیج کا اثر درخت کے ہر شاخ، پھول اور پھل میں ہوتا ہے۔ لہذا بنیادی تصوراتِ علم کا راست فکر پر مبنی ہونا از حد ضروری ہے۔